ڈاکٹر امتیاز حسین بلوچ
پروفیسر، صدر شعبہ اردو، آئی ایس پی، ملتان

Dr. Imtiaz Hussain Baloch
Professor, Chairperson Urdu Dept.
Institute of Southern Punjab, Multan

ابراہیم جلیس: حیات وافسانہ نگاری

Ibrahim Jalees: Biography and Fiction

Abstract: Jalees was a multi-talented personality and penman. He was a journalist, a film story writer and short story writer. As a journalist, he joined many newspapers and worked for them. He wrote stories heroes film stories for many films and one of his film story won 1st prize in Russian Film Festival. His very famous column was "Waghaira Waghaira". Ibrahim Jalees's journey as short story writer can be divided into two periods: the First period was from 1938 to 1948 the Second period was from 1948 to 1955. In both the periods he wrote short stories. His first short story book was titled "Zard Chehrey". His second short story book was "Cha|ees Karor Bhikari" that won him Universal Fame. As the acknowledgement of his journalistic and artistic services the Government Awarded him Sitara-e- Imtiaz. In this paper, the hidden corners of the life of Ibrahim Jalis have been brought to the fore and his fiction writing has been researched and critically studied.

Key word: penman, journalist, journalistic, Sitara-e- Imtiaz, fiction

ابراہیم حسن، ابراہیم جلیس گیارہ ۱۱ اگست ۱۹۲۲ء میں گلبرگہ میں پیدا ہوئے (۱)۔ ان کے والد احمد حسین ریاست حیدرآباد میں تحصیل دار کے عہدے پر فائز تھے۔ ابراہیم جلیس نے ابتدائی تعلیم مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ گلبرگہ حیدرآباد دکن سے حاصل کی اور میٹرک گلبرگہ ہائی سکول حیدرآباد دکن سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو درجہ دوئم میں پاس کیا۔ ۱۹۴۰ء میں گورنمنٹ انٹر کالج گلبرگہ سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اس زمانے میں تعلیمی میدان میں علی گڑھ یونیورسٹی کا شہرہ تھا۔ اس لئے بی۔ اے ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ۱۹۴۵ء میں حیدرآباد سول سروس کا امتحان دیا لیکن اس میں ناکام ہوئے۔ عملی زندگی کا آغاز ۱۹۴۵ء ہی میں سول سپلائی حیدرآباد دکن کے محکمے کمرشل کارپوریشن میں پی۔ آر۔ او (افسر رابطہ) کی حیثیت سے کیا لیکن محکمے کے وزیر سے جھگڑا ہونے کی وجہ سے ملازمت سے الگ ہو گئے۔ ۱۹۴۵ء میں ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' کی حیدرآباد کانفرنس کے استقبالیہ کمیٹی کے اہم رکن تھے جس کا ذکر کرشن چندر کے رپورتاژ پودے میں بھی ملتا ہے۔

"حیدر آباد کا اسٹیشن آ گیا۔ یہاں استقبالیہ کمیٹی کے دس بارہ ارکان حاضر تھے۔ ابراہیم جلیس کے چہرے پر عجیب تبسم تھا۔ کچھ عجیب قسم کا، ملتجیانہ مٹیالا مایوس تبسم ، گویا کہہ رہے ہوں دیکھو مجھے دیدۂ عبرت نگاہ ہو (۲)

۱۹۴۰ء میں ہفت روزہ اخبار "رباب حیدر آباد دکن کی ادارت سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے آخر میں بمبئی کی فلمی صنعت سے وابستہ ہو گئے۔ حمید اختر نے "آشنائیاں کیا کیا؟" میں اس ملازمت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"ہم دونوں جب فلمی دنیا سے وابستہ ہو کر جنوری ۱۹۳۶ء میں بمبئی پہنچے تو ساحر نے بیٹھ کر سیٹھ کو ورغلایا اور جلیس کو مکالمہ نگار کی حیثیت سے حیدر آباد سے بمبئی بلا لیا۔ ہندوستان قلعہ مندر کی فلم "آزادی کی راہ پر" کے مکالمے لکھنے والوں میں محمود بریلوی، ساحر لدھیانوی، حاجرہ مسرور اور خود میں پہلے سے موجود تھے۔ اب اس فہرست میں جلیس کا اضافہ ہو گیا"۔ (۳)

لیکن اس ملازمت سے بھی جلد الگ ہو کر واپس حیدر آباد آ گئے۔ ۱۹۴۶ء میں ہی آپ کی شادی حیدر آباد کے متمول تاج حاجی حیدر کی بیٹی کنیز فاطمہ سے ہو گئی۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں ریڈیو پاکستان حیدر آباد دکن سے سکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انڈین یونین، نظام حیدر آباد میر عثمان علی کے خلاف سازشیں کر رہی تھی جس کی وجہ سے ریاست کے اقتدار اعلیٰ کو سخت خطرات لاحق تھے۔ اس لئے قاسم رضوی مجاہد اعظم نے ریاست کے اقتدار کے تحفظ کے لئے ایک رضاکار تحریک "مجلس اتحاد المسلمین" قائم کی۔ ابراہیم جلیس کی ہمدردیاں نظام اور ریاست کے ساتھ تھیں اس لئے وہ اس رضاکار تحریک میں شامل ہو گئے اور ریڈیو حیدر آباد سے انڈین یونین کے خلاف سخت تحریریں لکھیں جس کے ردعمل میں انڈین یونین اور ترقی پسند حلقے آپ سے ناراض ہو گئے۔ چونکہ انڈین یونین اور ترقی پسند حلقے نظام کے خلاف تھے، اس لیے جلیس بھی ان کی لپیٹ میں آ گئے۔ ڈاکٹر وحید اختر لکھتے ہیں:

"مجھے یاد پڑتا ہے۔ ابراہیم جلیس ریاست کی رضاکار تحریک سے تعلق کی بناء پر اس وقت ترقی پسند حلقوں میں معتوب ہو گئے تھے۔ (۴)

ابراہیم جلیس انڈین یونین کی جانب سے حیدر آباد پر پولیس ایکشن کے بعد اکتوبر 1948 ءمیں حیدر آباد سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ لاہور میں پہلے احمد ندیم قاسمی کے پاس آئے اور پھر ابن انشاء کے گھر چلے گئے۔ لاہور کے اس قیام کے بارے میں ابن انشا لکھتے ہیں:

"سقوط حیدر آباد کے بعد لاہور آئے ہمارے ہی غریب خانہ پر قیام کیا۔ جو ڈیڑھ کوٹھڑی کا تھا۔ ہم نے سامنے کے برآمدے پر پردہ ڈال کر اپنے لئے کمرہ بنا رکھا تھا۔ جس میں مشکل سے پھنس پھنسا کر دو چار پائیاں آتی تھیں"۔ (۵)

لاہور میں ابراہیم جلیس کہیں جم کر نہ بیٹھے۔ سی آئی۔ ڈی پولیس ہر وقت ان کے پیچھے رہتی۔ وہ حیدر آباد میں نظام کی اسلامی حکومت کے حق میں تھے۔ پاکستان پہنچتے ہی ان کے نظریات بدل گئے۔ اب وہ عوامی حکومت کے حق میں کالم لکھنے لگے اور یوں ترقی پسندوں سے ان کا راضی نامہ ہو گیا۔ اس راضی نامے کی تفصیل حمید اختر نے راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں یوں بیان کی:

"لاہور میں کمیونسٹ تحریک یعنی انجمن ترقی پسند مصنفین نے ان کا بائیکاٹ کیا۔ مگر وہ معافی مانگ کر یہ عذر پیش کر گئے کہ حیدر آباد دکن کی "اتحاد المسلمین" کے ساتھ میری حمایت اور معاون در

اصل وطن پرستی کی رو میں بہہ جاتا تھا۔ لہذا میں وطن پرستی کی رو میں بہہ گیا۔ لاہور کے ترقی پسندوں نے انہیں معاف کر دیا یہ 1949ء کی بات ہے اور لاہور میں کمیونسٹ تحریک اور انجمن ترقی پسند مصنفین کے جلسوں میں آنے لگے"۔(۶)

لاہور میں جلیس اکیلے آئے تھے اور لاہور پاک ٹی ھاؤس میں سجنے والی ادبی نشستوں میں شب و روز بسر کرنے لگے تھے۔ پاک ٹی ہاوس لاہور میں ابراہیم جلیس کے علاوہ عبداللہ ملک، اے حمید، احمد ندیم قاسمی، انتظار حسین اور انجم رومانی باقاعدگی سے آیا کرتے تھے۔ انھی دنوں میں وہ "امروز" لاہور سے وابستہ ہوگئے۔ اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"دادا منصور کے لکھنے پر فیض احمد فیض نے مجھے "امروز" کی سب ایڈیٹری پر مامور کر دیا اور انہی دنوں امروز کراچی سے نکلنے والا تھا۔ اس لئے میں کراچی آگیا"۔ (۷)

۱۹۵۶ء میں ابراہیم جلیس لاہور سے کراچی چلے گئے اور پھر تادم مرگ وہیں مقیم رہے۔ ان کی کراچی آمد کے بارے میں مالک رام لکھتے ہیں:

"۱۹۵۲ء میں ان کے چھوٹے بھائی یوسف حسین یہاں سے پاکستان چلے گئے، کراچی ہوائی اڈے پر کالٹکس میں ان کا تقرر ہوگیا۔ ان کے اصرار پر جلیس بھی لاہور سے کراچی چلے گئے"۔(۸)

"امروز" کراچی کی ملازمت کے دوران جلیس نے اس وقت کے حکمرانوں کے خلاف "پبلک سیفٹی ریزر" جیسا طنزیہ افسانہ لکھا۔ جس کی پاداش میں انہیں کراچی کی لانڈھی جیل میں چھ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ انھی ایام میں ان کی بیوی اور بچے حیدرآباد سے کراچی پہنچ چکے تھے۔ نئے ملک میں نئے مسائل تھے۔ ایسے میں جیل میں ان کی نظربندی اس خاندان پر قیامت بن کر آئی۔ شوکت صدیقی اس جیل بندی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سقوط حیدرآباد کے بعد ابراہیم جلیس کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے پاکستان پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں اس وقت لکھنو میں تھا۔ پھر پاکستان میں سیفٹی ایکٹ نافذ ہوا۔ جلیس نے اس کے خلاف "سیفٹی ریزر" کے عنوان سے ایک دلاویز طنزیہ افسانہ لکھا۔ یہ اختلاف رائے جرم قرار پایا اور جلیس کو سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند کر دیا گیا"۔(۹)

۵۳۔۱۹۵۴ء میں ابراہیم جلیس پاکستان کی فلم انڈسٹری سے کہانی نویس کی حیثیت سے وابستہ ہوگئے۔ آپ نے جن فلموں کی کہانیاں لکھیں۔ ان میں "تہذیب"، "احساس"، "سویرا"، "آنچل"، "جائیداد" اور "موم کی گڑیا" وغیرہ شامل ہیں۔

"تہذیب" کو روس کے فلمی میلے میں پہلا انعام دیا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں جنگ میں مجید لاہوری کی وفات کے بعد ان کا مشہور کالم "وغیرہ وغیرہ" لکھنا شروع کیا لیکن "جنگ" کی انتظامیہ سے اختلافات ہوئے اور "جنگ" چھوڑ کر روزنامہ "انجام" کراچی میں "لفظ بہ لفظ" کے عنوان سے کالم لکھنے لگے اور ۱۹۶۷ء میں "انجام" کے ایڈیٹر بن گئے لیکن دو سال بعد ہی "انجام" کی ملازمت ترک کر دی۔ 1970ء میں روزنامہ "حریت" کراچی میں "تکلف برطرف" کے عنوان سے کالم لکھنے کا آغاز کیا۔ "حریت" کے ایڈیٹر ان دنوں فرماد زیدی تھے۔ ان کی سرپرستی میں انھوں نے دل جمعی سے کام کیا لیکن جب الطاف گوہر ایڈیٹر بن گئے تو حریت کی کالمسٹ کی ملازمت بھی چھوڑ دی۔ ۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء میں اپنے ذاتی ہفت روزہ اخبار "عوامی عدالت" کا اجرا کیا۔ اس اخبار کی بنیادی پالیسی بھٹوازم کا احیا تھا۔ اپنی نظریاتی وابستگی اور نوستاروں کی ہفتہ وار عدالت کی بدولت اس اخبار کی اشاعت محدود رہی۔ آخر کار اخبار بھی بند ہو گیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۷۵ء کو وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے جلیس کا تقرر وزارت خارجہ میں بطور فرسٹ سیکرٹری کر دیا لیکن انھوں نے اس سروس کو جوائن نہ کیا۔ نومبر 1976ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ترجمان اخبار "مساوات" کراچی کے ایڈیٹر بنا دیئے گئے۔ اس تقرری کو انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ ابراہیم جلیس نے جن دنوں "مساوات" کی ایڈیٹری سنبھالی حالات بہت خراب ہو چکے تھے۔ ملک میں عام انتخابات ہوگئے پھر قومی اتحاد

کی مہم چلی اور انجام کار جولائی 1977ء میں ملک میں مارشل نافذ ہوگیا۔ ابراہیم جلیس نئے حالات سے سخت پریشان تھے۔"مساوات" بند کر دیا گیا اور اخبار کی اشاعت سے وابستہ تین سو خاندان بے روزگار ہوگئے۔ جلیس نے اخبار کی اشاعت کی بحالی کی بہت کوششیں کیں۔ تاہم یہ ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بلکہ ان کی ہتک عزت کی گئی۔ جس کی ایک جھلک "میری دنیا" کے مصنف رفیق چوہدری کے اس اقتباس میں بھی نظر آتی ہے۔ جس میں جلیس نے رفیق چوہدری کو حکام بالا کے حسن سلوک کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

> "ابھی آیا ہوں، ذہن میں ابھی تک وہ گالیاں اور دھمکیاں گونج رہی ہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ آدمی کی اتنی بھی تذلیل کی جاسکتی ہے۔ یار میں ابراہیم جلیس ہوں۔ اخبار "مساوات" کا چیف ایڈیٹر ہوں، کوئی جانور نہیں ہوں، کتا نہیں ہوں"۔۔۔(۱۰)

"مساوات" کی بحالی کی اس کشاکش میں وہ زندگی کی بازی ہار گئے اور ۲۶اکتوبر ۱۹۷۷ء کو علی الصبح چار بجے ان کا انتقال ہوا۔ اور عیسی نگری کراچی کنٹری کلب قبرستان میں دفن کئے گئے۔ مجیب حیدر آبادی نے منظوم مرثیہ "مرا جلیس مراہم وطن مراہمدم" لکھا اور ابراہیم جلیس کو شہید صحافت کا خطاب دیا گیا۔ ابراہیم جلیس نے تین بیٹیاں اور چار بیٹے سوگوار چھوڑے۔ حکومت پاکستان نے بعد از مرگ ۱۷اگست ۱۹۸۹ء کو انکی صحافیانہ اور ادبیات خدمات کے اعتراف میں ستارہ امتیاز ایوارڈ سے نوازا۔

جلیس کی معنوی اولاد میں ۲۸اٹھائیس تصنیفات اور بے شمار فکاہیہ کالم شامل ہیں۔ جلیس کی مطبوعہ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. تکونا دیس (طنزیہ مضامین) نفیس اکیڈیمی، حیدر آباد دکن، اکتوبر ۱۹۳۵ء
2. بھوکا ہے بنگال (مرتب مجموعہ مضامین) نفیس اکیڈیمی، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۵ء
3. زرد چہرے (افسانے) اردو محل، حیدر آباد، ۱۹۳۵
4. زمین جاگ رہی ہے (افسانے) نفیس اکیڈیمی، لاہور (۱۹۳۸ء
5. کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں (افسانے) نفیس اکیڈیمی، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۸ء
6. چور بازار (ناول) گوشہ ادب، لاہور، ۱۹۳۵ء
7. جیل کے دن جیل کی راتیں (رپورتاژ) خالد بک ڈپو، لاہور، ۱۹۵۰ء
8. پبلک سیفٹی ریزر (طنزیہ مضامین) گوشہ ادب، لاہور، ۱۹۵۰ء
9. ممنوعہ لٹریچر (طنزیہ مضامین) نفیس اکیڈیمی، لاہور، ۱۹۵۰ء
10. آزاد غلام (افسانے) گوشہ ادب، لاہور، ۱۹۵۵ء
11. اجالے سے پہلے (ڈرامہ) گیلانی پبلشرز، لاہور، ۱۹۶۱ء
12. بنگال میں اجنبی (سفر نامہ) لارک پبلشرز، لاہور، ۱۹۶۱ء
13. اوپر شیروانی اندر پریشانی (مزاحیہ مضامین) سپر آرٹس پریس، کراچی، ۱۹۳۵ء
14. آسمان کے باشندے (تعزیت نامے) اردو بازار، کراچی، ۱۹۷۳ء

15. پتے کی بات (مزاحیہ مضامین) پاک کتاب گھر، لاہور، ۱۹۷۳ء
16. جنگل میں منگل (پیروڈی) مکتب جلیس، کراچی، ۱۹۷۵ء
17. الٹی قبر (افسانے) مکتبہ جلیس، کراچی، س۔ن
18. چالیس کروڑ بھکاری (افسانے) مکتبہ جلیس، کراچی، ۱۹۷۵ء
19. ہنسے اور پھنسے، (طنزیہ مضامین) اصلوالیہ، بک ڈپو، نئی دھلی ۱۹۷۵ء
20. ترنگے کی چھاؤں میں (رپورتاژ) مکتب ابراہیمہ، حیدر آباد دکن۔ س ن
21. نئی دیوار چین (سفر نامہ) اردو منزل،، کراچی، س ن
22. ایک پیسے کی خاطر، (طنزیہ مضامین) اردو منزل، کراچی، س ن
23. دو ملک ایک کہانی (رپورتاژ) نیاادارہ،، لاہور، س ن
24. کالا چور (طنزیہ مضامین) پائنیر پبلشرز،، لاہور، س ن
25. ذرا ایک منٹ (طنزیہ مضامین) کتاب سوسائٹی، کراچی، س ن
26. نیکی کر تھانے جا، (طنزیہ مضامین) نفیس اکیڈیمی،، حیدر آباد دکن۔ س ن
27. شگفتہ شگفتہ (طنزیہ مضامین) نفیس اکیڈیمی،، حیدر آباد دکن۔ س ن
28. شہر (غیر مطبوعہ رپورتاژ)

درج بالا کتب کی فہرست میں افسانے، سفر نامے، طنز و مزاحیہ مضامین، ناول، ڈرامے، تعزیت نامے اور رپورتاژ وغیرہ شامل ہیں۔ اردو نثر کا اس قدر متنوع اور کثیر تحریری اثاثہ ابراہیم جلیس کا اعزاز ہے۔ تاہم، ابراہیم جلیس کی شخصیت میں سب سے نمایاں پہلوان کی افسانہ نگاری ہے۔ جلیس نے ۲۱ سال کی عمر میں "چالیس کروڑ بھکاری" جیسا شاہکار افسانہ لکھا، ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے "رشتہ" کو جلیس کا پہلا افسانہ قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "ان کا پہلا افسانہ "رشتہ" فروری ۱۹۴۳ کے ساقی میں شائع ہوا۔ اس کے بعد دوسرا افسانہ "کلیاں" مارچ ۱۹۴۳ء کے نگار میں نمودار ہوا"۔ (۱۱)

لیکن رشتہ کی بجائے "ماں"، جلیس کا پہلا افسانہ ہے۔ ماں شہاب میں ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر مشرف احمد بھی ماں کو جلیس کا پہلا افسانہ قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مشرف احمد لکھتے ہیں:

> " ابراہیم جلیس کی پہلی کہانی "ماں" کے عنوان سے حیدر آباد دکن کے ادبی رسالے ماہنامہ "شہاب" کے شمارہ جولائی ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی"۔ (۱۲)

ابراہیم جلیس کو روزی روٹی کے چکر نے افسانہ نگاری سے کالم نگاری اور صحافت کی طرف دھکیل دیا۔ تاہم جلیس کی کہانیوں کو نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے۔ ابراہیم جلیس کے افسانوی اثاثے کو زمانی اعتبار سے دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دور اول ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک ہے۔ دور دوئم میں ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک لکھی گئی کہانیاں شامل ہیں۔ ابراہیم جلیس کا پہلا افسانوی مجموعہ "زرد چہرے" ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ "زرد چہرے" میں

پندرہ کہانیاں شامل ہیں۔ جن کے عنوانات درج ذیل ہیں۔ 'زرد چہرے'، 'بلیک آرٹ'، 'سنگ لیلی'، 'رشتہ'، 'تنخواہ کا دن'، 'آنسو جو بہہ نہ سکے'، 'رزاق اور عبدالرزاق'، 'صراط مستقیم'، 'اشرف المخلوقات'، 'ریلیف فنڈ'، 'دلدر'، 'توند'، 'سرخ پھریرا'، 'درانتی اور ہتھوڑا'۔ ان کہانیوں کے موضوعات کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''یہ در حقیقت انتقادی نقشے یا خاکے ہیں۔ جن میں خاص طنزیہ انداز سے انہوں نے ہماری سوسائٹی کے اس تاریک گند کو پیش کیا ہے جس کی ذمہ داری ہماری سوسائٹی بہت کم محسوس کرتی ہے'' ۔(۱۳)

دور اول میں دوسرا افسانوی مجموعہ ''چالیس کروڑ بھکاری'' ہے۔ اس مجموعے میں 'حبیب'، 'شعلہ جسے چھونہ سکا'، 'عورت اور عورت'، 'دودھ میں مکھی'، 'تکیے میں کانٹے'، 'رذیل'، 'سیاست'، 'تمغہ'، 'رقیب'، 'ہوٹل کا کمرہ'، 'فاصلہ'، 'سب کچھ اندھیرے میں'، 'اونٹ رے اونٹ' شامل ہیں۔ 'چالیس کروڑ بھکاری' کے بارے میں محمد علی صدیقی لکھتے ہیں۔

> ''ابراہیم جلیس بمشکل اکیس ۲۱ سال کے تھے جب انہوں نے اپنا تعارف نامہ ''چالیس کروڑ بھکاری'' لکھا اور اس تحریر کے ساتھ ہی شہرت کی بلندیوں کو چھولیا''۔(۱۴)

زمین جاگ رہی ہے اس دور کا اہم افسانوی مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں قاضی عبدالغفار کے مقدمے کے علاوہ سترہ کہانیاں ہیں۔ جن میں 'چوڑ'، 'رشتہ'، 'بلیک آوٹ'، 'تنخواہ کا دن'، 'آنسو جو بہہ نہ سکے'، 'رزاق اور عبدالرزاق'، 'اشرف المخلوقات'، 'صراط مستقیم'، 'سگ لیلی' 'دلدر'، 'ریلیف فنڈ'، 'زرد چہرے'، 'توند'، 'آنچل ہے کہ پرچم'، 'درانتی اور ہتھوڑا'، 'آدم خور اور زبیدہ'، 'اور ہم تینوں' شامل ہیں۔ 'زمین جاگ رہی ہے' کے بارے میں قاضی عبد الغفار لکھتے ہیں:

> ''ہمارے سماج کے اس میلے اور بوسیدہ کفن کے دھبے نوجوان افسانہ نگار کو جہاں بھی نظر آئے، وہ وہیں بے چین ہو گیا۔ سماج کے غریبوں کے جھونپڑوں میں اس نے کہیں جنسی جذبات کی گھناونی تصویریں دیکھیں، کہیں غریبوں کی غیرت کی کوئی چنگاری چمکتے دیکھی۔ کہیں تعلیم یافتہ بے روزگاروں اور کہیں جاہل مزدوروں کے دلوں کے پردوں میں جھانکا اور جس لمحہ کوئی اثر پیدا ہوا۔ اس لمحہ اپنے قلم کی قوت اس اثر کے حوالے کر دی۔ یہ میرے نوجوان دوست ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری ہے۔''(۱۵)

دور اول کا آخری افسانوی مجموعہ '' کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں'' ہے۔ اس مجموعے میں 'بھاگ'، 'تم عورت نہیں'، 'عورت رات'، 'مرد'، 'یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے'، 'زبان کا زخم'، 'لڑائی'، 'مونچھوں کا بل'، 'جو چپ رہے گی زبان خنجر'، 'فاقے'، 'قانون کی دم'، 'کچھ غم جاناں کچھ غم دوران' اور 'فیشن' شامل ہیں۔

جلیس کے دور اول کا چوتھا افسانوی مجموعہ 'کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں' ہے۔ اس مجموعے میں شامل کہانیوں میں 'جھاگ'، 'تم عورت نہیں'، 'عورت'، 'رات'، 'مرد'، 'یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے'، 'زبان کا زخم'، 'لڑائی مونچھوں کا بل'، 'جو چپ رہے گی زبان حجر'، 'فاقے'، 'قانون کی دم'، 'کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں' اور 'فیشن' شامل ہیں۔ جلیس کے دور اول کے افسانوں کے موضوعات غربت، جہالت، بے روزگاری، جاگیر دارانہ و

سرمایہ دارانہ استحصال، سامراجی جبریت، قحط بنگال، عالمی جنگ کی تباہ کاریاں، قحط، سودی نظام کی لعنتیں، جہیز کی خرابیاں، فیوڈل سسٹم، رنگ و نسل کے امتیازات فن اور فنکار کا احساس ناقدری شاہ پرستی اور وطن سے محبت شامل ہیں۔ ان افسانوں کا اسلوب سادہ بیانیہ ہے۔ اکثر کہانیوں میں وحدت تاثر اور کہانی پن کا عنصر نمایاں ہے۔

ابراہیم جلیس کی کہانیوں کا دور دوئم ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۷ء تک ہے۔ اس دور کے افسانوں میں ہجرت کے دو بڑے تجربوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "آزاد غلام" کے افسانوں میں 'منزل ہے کہاں تیری'، 'سپاہی'، 'گوری، عورت اور کالا مرد' دلدر'، 'رنگ'، شامل ہیں۔ 'آزاد غلام' کی بیشتر کہانیوں کا موضوع تقسیم ہند کے نتیجے میں پھوٹنے والا فسادات ہیں۔ ہجرت کے سانحے سے رشتے تعلق تڑخ گئے۔ صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کی جان لینے کے درپے ہو گئے۔ اس دور کے انتشار کے بارے میں سید وقار عظیم لکھتے ہیں:

> ''قیام پاکستان نے زندگی کی ہر دوسری چیز کی طرح اس میں بھی انتشار پیدا کر دیا۔ ملک کی تقسیم کے بعد جو غیر معمولی حادثات رونما ہوئے انہوں نے زندگی کے سارے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ اس سے لازمی طور پر ادیبوں اور فن کاروں کے کام میں بھی درھمی پیدا ہوئی''۔ (۱۶)

ہجرت کے نتیجے میں ملک کے دونوں جانب عام آدمی متاثر ہوا۔ تقسیم ہند کے پس منظر اور فسادات کے حوالے سے اردو افسانے میں موضوعاتی وسعت پیدا ہو گئی۔ ادیبوں نے اس موضوع پر کھل کر افسانے لکھے۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی لکھتی ہیں:

> ''۱۹۴۷ء سے چند ماہ قبل اور چند ماہ بعد قتل وغارت گری کا جو بازار گرم ہوا، نفرت، عداوت، دشمنی اور درندگی کے جو مظاہرے ہوئے ان کی روداد، بہت تلخ اذیت ناک ہے۔۔۔ پورا ادب ۱۹۴۷ء میں کفن پہنے کھڑا ہے۔'' (۱۷)

'آزاد غلام' میں شامل کہانیاں فسادات کے موضوع پر مشتمل ہیں۔ ابراہیم جلیس کے افسانوں کا موضوع فسادات اور مابعد فسادات ہے۔ یہ فسادات ہندوستان کے ہر حصے میں ہوئے۔ حیدر آباد، دلی، بمبئی، لاہور کوئی ایسی جگہ نہ تھی۔ جہاں حرماں نصیب، مہاجرین اور خصوصاً مسلمانوں کو لوٹا نہ گیا ہو۔ "آزاد غلام کے سارے قصے اسی سانحے کا منظر نامہ ہیں۔

''الٹی قبر،'' جلیس کا آخری افسانوی مجموعہ ہے الٹی قبر میں بہاریوں کی ہجرت سانحہ مشرقی پاکستان بہاریوں کی آبادکاری اور مشرقی پاکستان میں ان کے قتل عام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کراچی میں بہاریوں کی بڑی تعداد میں آبادکاری کا خراج سرکاری کارندوں نے جی بھر کر وصول کیا۔ ابراہیم جلیس نے ''الٹی قبر'' کی عائشہ کے ساتھ سرحد کے دونوں جانب برتے جانے والے سلوک کو کھل کر بیان کیا ہے۔ عائشہ اور مزمل کی جھونپڑی تو بن گئی لیکن سرکاری آدمی ناجائز تجاوزات کا خراج وصول کرنے عائشہ کی جھونپڑی میں گھس آئے۔ آگے کا منظر دیدنی ہے۔

> '' بے چاری عائشہ کی چیخیں سن کر جھونپڑی کی عورتوں نے مارے شرم کے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ دو ایک مردوں نے غیرت کا خون کھولا تو ان کی بیویاں ان کے آگے ہاتھ جوڑنے لگیں''۔ (۱۸)

''الٹی قبر'' میں'' بنگلہ دیش'' جانور"، "سزا" تمغہ، منزل کہاں ہے تیری"، "رنگ اور دکھاوا۔" جیسی سماجی کہانی شامل ہیں۔

ابراہیم جلیس کے دور اول اور دوئم کے افسانے ترقی پسندانہ موضوعات پر مشتمل ہیں۔ یہ کہانیاں جمود زدہ سماجی صورت حال پر خوب صورت سماجی طنزیے ہیں۔ یہ طنزیے زندگی نامہ ہیں۔ ابراہیم جلیس کا افسانہ عوامی ادب کا حصہ ہے۔ جلیس کی افسانہ نگاری کے بارے میں ڈاکٹر محمد صادق لکھتے ہیں:

"ابراہیم جلیس کے افسانوں میں متوسط اور ادنی طبقوں کی زندگی اور ان کے مسائل واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ ان طبقوں کے افراد کی زندگی، ان کی محبتیں، نفرتیں ان کی خوشیاں، ان کے دکھ درد، رسم رواج بھوک و بیماری، جہالت اور مفلسی ان مسائل کو جلیس نے بڑے خلوص کے ساتھ اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے"۔(۱۹)

ابراہیم جلیس کی کہانیاں معاشرتی تضادات کی کہانیاں ہیں۔ جلیس اگرچہ تحریکی سطح پر "انجمن ترقی پسند مصنفین" کے سر گرم کارکن نہ تھے۔ تاہم فکری سطح پر انکی تحریریں ترقی پسند افسانے کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ جنھیں نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ اگرچہ اس نظریاتی اور مارکسی کہانی نے جلیس کے اندر چھپے ہوئے ادیب اور کہانی کار کو نقصان پہنچایا۔ لیکن اپنی کومنٹ منٹ سے ان کی وفاداری کسی شک وشبہ سے بالا تر ہے۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی لکھتے ہیں:

"ابراہیم جلیس کے افسانوں میں ترقی پسند رجحانات خصوصی مارکسی نظریات کا عکس نمایاں ہے۔ اور اس رجحان میں اتنی شدت ہے کہ بعض اوقات ان کے افسانے ترقی پسندی کی مارکسی تحریک کا تبلیغی لٹریچر معلوم ہونے لگتے ہیں۔"(۲۰)

ابراہیم جلیس کے افسانے اپنے ترقی پسندانہ موضوعات اور توانا اسلوب کی بناء پر اردو افسانے کی تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ ان کے افسانوں کا اسلوب ڈرامائی ہے۔ وہ اپنے اسلوب میں چونکا دینے والے جملوں کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں صنعت تضاد کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان کے اسلوب میں تیزی اور تندی کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی تحریروں میں لفظی چاشنی سے کام لے کر کہانی کے تلخ حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کہانیوں میں قاری واقعات اور کردار نگاری سے زیادہ ان کے زور دار الفاظ اور مرکبات سے محظوظ ہوتا ہے۔ جلیس کا اسلوب عوامی موضوعات کو عوامی انداز میں بیان کرتا ہے۔ جلیس کے افسانوں کے گھٹے ہوئے پلاٹ، سادہ اور بے ساختہ انداز بیان اور جاندار کردار نگاری اور افسانہ نگاری کی روایت میں خوب صورت اضافہ ہیں۔ انہوں نے صحافیانہ مصروفیات کے پیش نظر افسانے بہت کم لکھے اور ان کی صحافت نگاری اور کالم نگاری ان کے اندر کے کہانی کار کا گلہ دبا گئی۔ اس کے باوجود انھوں نے اردو افسانے کی روایت میں 'چالیس کروڑ بھکاری'، 'آزاد غلام'، 'الٹی قبر'، 'زرد چہرے'، 'رشتہ'، 'چوڑ'، 'جانور'، 'جھاگ'، 'سزا'، 'تمغہ اور بنگلہ دیش' جیسی شاہکار کہانیاں تخلیق کیں۔ یہ متاع قلیل بھی بہت سوں کی متاع، کثیر سے بہتر ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابراہیم جلیس کی تاریخ پیدائش تمام محققین جلیس نے غلط لکھی ہے۔ کچھ اہم غلط اندراج کی تفصیل درج ذیل ہے۔

I. مالک رام۔ابراہیم جلیس۔ابراہیم حسین، ارمغان ابراہیم جلیس نمبر سہ ماہی، شمارہ 2، کراچی: النور سوسائٹی۔ ص ۳۸

II. مرتب حامد علی خان، مولانا (مرتب)، " اردو جامع انسائیکلوپیڈیا"، امریکہ: علی پرنٹرز، بہ اشتراک موسسہ مطبوعات فرینکلن نیو یارک، ۲۳ مارچ ۱۹۹۷۔ ص ۴۳

III. قاسم محمود، سید، انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا۔ کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن، اردو ایڈیشن مارچ ۱۹۹۸۔ ص ۵۶

IV. ابراہیم جلیس کے شناختی کارڈ نمبر 233341-24-502 میں بھی 1926ء لکھی ہے۔ تاہم مجھے ابراہیم جلیس کی میٹرک کی سند سن اجراء 15 اکتوبر 1938ء جامعہ عثمانیہ سرکار عالی ملی ہے جس میں 11 اگست 1911ء درج ہے اور ظاہر ہے یہی درست ہے۔ درج بالا اندراجات ایک دوسرے کی نقل ہیں اور غلط ہیں۔

۲۔ کرشن چندر۔ پودے۔ بمبئی: مکتبہ سلطانی، ۱۹۴۷۔ ص ۵۶، ۵۷

۳۔ حمید اختر۔ آشنائیاں کیا کیا۔ لاہور: جنگ پبلشرز، ۱۹۹۶ء۔ ص ۱۵۹

۴۔ وحید اختر، ڈاکٹر۔ ابراہیم جلیس کچھ یادیں کچھ باتیں، مشمولہ، شگوفہ، ابراہیم جلیس نمبر، حیدر آباد دکن:، مئی ۱۹۷۸۔ ص ۴۰

۵۔ ابن انشاء۔ ابراہیم جلیس مرحوم، مشمولہ، ارمغان جلیس نمبر، شمارہ نمبر ۶ (۷)، کراچی: النور سوسائٹی۔ ص ۶۷

۶۔ حمید اختر سے ایک انٹرویو بمقام K-۶ ۸ ماڈل ٹاؤن لاہور، بتاریخ ۹ ستمبر ۱۹۹۸

۷۔ سلمی صدیقی، مرتب۔ فیض شخصیت اور فن۔ بہ اشتراک صابدت۔ بہت گھنا بہت سایہ دار درخت۔ ابراہیم جلیس، لاہور: کلاسک ۱۹۹۳ء۔ ص ۵۱

۸۔ ماہنامہ ارمغان جلیس نمبر۔ ص ۴۱

۹۔ شوکت صدیقی۔ وہ زندگی بھر جرم کرتا رہا اور اس کی سزا بھگتا رہا، مشمولہ: ماہنامہ ارمغان ابراہیم جلیس نمبر۔ ص ۵

۱۰۔ رفیق چوہدری۔ ابراہیم جلیس۔ میری دنیا۔ کراچی: پنجاب رنگ پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء۔ ص ۱۵۹

۱۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ اردو افسانہ اور افسانہ نگار۔ کراچی: اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۸۲ء۔ ص ۹۱

۱۲۔ مشرف احمد، ڈاکٹر۔ ابراہیم جلیس حیات و خدمات۔ ارمغان جلیس نمبر، النور سوسائٹی شمارہ۔ ص ۷

۱۳۔ نیاز فتح پوری۔ زرد چہرے، مشمولہ: نگار، لکھنو: اکتوبر ۱۹۴۵۔ ص ۶۲

۱۴۔ محمد علی صدیقی۔ ابراہیم جلیس۔ مشمولہ: طلوع افکار، جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۳، کراچی، ماہنامہ، ص ۳۲

۱۵۔ قاضی عبدالغفار، مقدمہ زمین جاگ رہی ہے، ص ۶

۱۶۔ وقار عظیم سید۔ داستان سے افسانے تک۔ علی گڑھ: مکتبہ الفاظ۔ ص ۲۴۶

۱۷۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر۔ اردو افسانہ نگاری کے رجحانات۔ لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۰۔ ص ۴۵۳

۱۸۔ ابراہیم جلیس۔ الٹی قبر۔ کراچی: مکتبہ جلیس، س ن۔ ص ۳۲

۱۹۔ صادق محمد ڈاکٹر۔ ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ ۱۹۳۶ سے ۱۹۵۶ تک۔، دہلی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۲ء۔ ص ۲۰۷

۲۰۔ مسعود رضا خاکی، ڈاکٹر۔ اردو افسانے کا ارتقاء۔ لاہور: مکتبہ خیال ۱۹۸۷ء۔ ص ۳۷۱